2۔ اپنی مدد آپ

سر سید احمد خان (1817 تا 1898)

تعارف: سر سید احمد خان ۱۷۔ اکتوبر ۱۸۱۷ء کو دلی میں پیدا ہوئے، آپ حسینی سید تھے۔ آپ کے دادا ''سید ہادی'' شاہ عالم کے دربار میں اہم عہدہ دار تھے، سید احمد کے والد میر تقی دربار میں ملازم رہے۔

سر سید احمد نے ابتدائی تعلیم گھر پر حاصل کی، قرآن پاک کی تعلیم کے بعد ''کریما''، ''خالق باری'' وغیرہ مولوی حمید الدین سے پڑھیں۔ بعد ازاں ''گلستان''، ''بوستان''، ''شرح ملا''، ''شرح تہذیب'' پڑھیں۔

۱۸۳۸ء میں والد محترم کا انتقال ہوا تو سر سید نے دور اندیشی کا مظاہرہ کرتے ہوئے شاہی قلعہ میں ملازمت کی بجائے انگریز سرکار کی ملازمت کو ترجیح دی۔ سر سید نے اپنے خالو خلیل اللہ خاں سے کچہری کا کام سیکھا۔

مسٹر رابرٹ ہملٹن جب آگرہ کے کمشنر مقرر ہوئے تو انھوں نے سر سید کو کمشنری کے دفتر میں نائب منشی بنا دیا۔ پھر قانون کا امتحان پاس کیا۔ ۱۸۴۱ء میں ''مین پوری'' کے جج مقرر ہوئے۔ سید صاحب کو بہادر شاہ ظفر سے ''جواد الدولہ عارف جنگ'' کا خطاب ملا۔ ۱۸۴۶ء میں ان کے بڑے بھائی کا انتقال ہوا۔ ۱۸۵۵ء میں دلی سے بجنور چلے گئے اور صدر امین مقرر ہوئے۔ اسی شہر میں تھے کہ ۱۸۵۷ء کا ہنگامہ برپا ہوا۔ انھوں نے وہاں یورپی باشندوں کی جان بچائی اور ان کو اپنے ہاں پناہ دی۔ ۱۸۶۱ء میں ان کی بیوی کا انتقال ہوا۔ سر سید کے دو بیٹے اور ایک بیٹی تھی۔ بیٹوں میں سید احمد اور سید محمود تھے۔ ۱۸۶۲ء میں مراد آباد سے غازی پور چلے گئے۔ ۱۸۶۴ء کو علی گڑھ منتقل ہوئے۔ ۲۴ دسمبر ۱۸۷۰ء میں ''تہذیب الاخلاق'' جاری کیا۔ ۱۸۷۵ء میں علی گڑھ میں مدرسۃ العلوم کی بنیاد رکھی۔ ملازمت سے سبکدوشی کے بعد ۱۸۷۶ء سے علی گڑھ میں رہائش اختیار کر لی۔ جنوری ۱۸۷۷ء میں محمڈن اینگلو اورینٹل کالج قائم کیا۔ ۱۸۸۸ء میں سر سید کو ''نائٹ کمانڈ طبقہ اعلیٰ ستارہ ہند'' (کے۔ سی۔ ایس۔ آئی) کا اعزاز ملا۔ ۱۸۸۹ء میں (ایل۔ ایل۔ ڈی) کی ڈگری ملی۔ ۲۷ مارچ ۱۸۹۸ء کو وفات پائی۔

تصانیف:۔ ''تاریخ سرکشی بجنور''، ''رسالہ اسباب بغاوت ہند''، ''خطبات احمدیہ''، ''تبیین الکلام''، ''احکام طعام اہل کتاب''، ''تفسیر القرآن''، ''مقالات سر سید'' ہیں۔ سبق ''اپنی مدد آپ'' مقالات سر سید سے ماخوذ ہے۔

مشکل الفاظ کے معانی:

صفحہ 6۔ عمدہ (بہتر، بڑھیا، اعلیٰ) آزمودہ (آزمایا ہوا، تجربہ سے ثابت شدہ) مقولہ (کہاوت، قول، کسی شخص کی ایسی بات یا جملہ جو بہت بامعنی ہو) سچی ترقی (صحیح ترقی) غیرت (عزت نفس کا احساس، مثبت جوش و جذبہ) از خود (خود بخود) ذلیل (رسوا، بے عزت) چال چلن (رہنے سہنے کا طریقہ، رنگ ڈھنگ) موافق (مطابق) پنسال (پانی پلانے کی جگہ، سبیل مراد ڈھلوان) اکھڑ (ناشائستہ، غیر مہذب، بدسلیقہ) قدر و منزلت (قدر و قیمت، عزت و توقیر) شخصی ترقی (ایک آدمی کی ترقی، انفرادی ترقی) تہذیب (شائستگی) تنزلی (زوال) سستی (کاہلی) خود غرضی (ذاتی مقصد) ناتہذیبی (تہذیب و شائستگی کا نہ ہونا، غیر مہذب) تمدنی (رہن سہن کے بارے میں) باہمی معاشرت (ایک دوسرے سے میل جول) بدیوں (برائیوں) درحقیقت (اصل میں، دراصل) آوارہ زندگی (بے مقصد زندگی، بے سمتی زندگی) جڑ سے اکھاڑنا (بالکل ختم کرنا، سرے سے اکھاڑنا) نیست و نابود کرنا (مٹا دینا، ختم کر دینا) رائے (تجویز، اظہار) سچی خیر خواہی (کسی کا اچھا چاہنا، دلی طور پر بھلائی چاہنا) معزز (عزت دار، عزت والا) وضع (طور طریقہ، انداز) سیر سپاٹا (تفریح کے لیے کیا جانے والا کام) شغل اشغال (کام، مشاغل)

صفحہ 7۔ حاشا و کلا (ہرگز نہیں، حرف انکار جو بطور قسم بولا جاتا ہے) خدا ناترس (خدا سے نہ ڈرنے والا) آقا (مالک، مطلق العنان فرمانبردار) دلی حالت (داخلی کیفیت، قلبی کیفیت) فانوس (ظاہری روشنی، کاغذی قندیل) فانوس خیال (فرضی یا بے بنیاد

خیال) خضر (ایک شخصیت جنھیں اللہ نے علمی خزانے بخشے تھے اور حضرت موسیٰ کو اللہ نے تحصیل علم کے لیے خضر کے پاس بھیجا) فیاض (سخی، دریادل) ہادی (رہنما، ہدایت دینے والا، راستہ دکھانے والا) قوت کی پرستش کرنا (قوت کو سب کچھ سمجھنا) نتائج (نتیجہ کی جمع انجام) حقیر (معمولی، گھٹیا، قابلِ نفرت) ذلیل (گھٹیا) اجرا (جاری ہونا، لاگو ہونا) ولیم ڈراگن (آئرلینڈ کا روشن خیال مفکر) ڈبلن (آئرلینڈ کا دارالحکومت) نمائش گاہ دستکاری (ہاتھ سے بنی ہوئی چیزوں کی نمائش گاہ) نمائش گاہ (ایسی تقریب جہاں اشیاء دکھائی جارہی ہوں) خیرخواہ (بھلا چاہنے والا) مستقل مزاج (ثابت قدم) باشندہ (سکونتی، رہائشی) استقلال (مستقل مزاجی ثابت قدمی) اگلی پشتوں (سابقہ نسلوں، آباؤاجداد)

صفحہ 8 مخفی (خفیہ، چھپی ہوئی) آلات جرثقیل (بھاری وزن اٹھانے والے آلات، کرینیں وغیرہ) ہنرمند (کاریگر) فلسفی (فلسفہ جاننے والا، حکمت والا، دانشمند) کاریگر (ہنرمند) معمار (عمارت بنانے والے کاریگر) لگاتار (مسلسل) ترتیب (تسلسل ربط) نیچر کی گردش (وقت گزرنے کے ساتھ، ایک عرصے کے بعد) بے بہا (قیمتی، بیش قیمت) پرکھوں (بزرگوں، آباؤاجداد) ہوشیاری (چالاکی) مثلِ مار (سانپ کی مانند) سرگنج (خزانے پر) صد ہزار افسوس (بہت زیادہ افسوس) عاجز (مجبور، تنگ) سکین (اسلامی اصطلاح میں وہ شخص جو زندگی کی بنیادی ضرورتوں سے محروم ہو) بے لگاؤ (بے لاگ، بے لوث) نظیر (مثال) خفیہ خفیہ (خاموشی سے) تعلیم نفسی (انسان کی ذات اور شخصیت کو سمجھنے اور اسکی خوبیوں کو جاننے کی تعلیم) نفس کشی (نفسانی خواہشات کو مارنا پرہیزگاری) عاقبت (آخرت) سوانح عمری (زندگی کے حالات) قابلِ ادب (ادب کیے جانے کے لائق)

سبق کا خلاصہ

(بہاول پور بورڈ 08, 07، ملتان بورڈ 07، 08، 10، 13۔ ڈیرہ غازی خان بورڈ 06، 08۔ لاہور بورڈ 08، 10۔ فیصل آباد 12، 10۔ گوجرانوالہ بورڈ 07، سرگودھا 12)

سرسیدؔ اپنے مقالے کی ابتدا ایک مجرب مقولے سے کرتے ہیں کہ "خدا اُن کی مدد کرتا ہے جو اپنی مدد آپ کرتے ہیں" اُن کے مطابق اس چھوٹے سے جملے میں اقوام اور افراد کے تجربات کا نچوڑ جمع ہے۔ اس آزمودہ مقولے پر جو انسان یا قوم عمل پیرا نہ ہو وہ عزت سے محروم اور ذلیل ہو جاتے ہیں۔ کسی قوم پر نافذ حکومت اُس قوم کے اجتماعی چال چلن کے مطابق ہوتی ہے۔ اعلیٰ و عمدہ رعایا پر اعلیٰ حکومت جب کہ جہلا و اکھڑ مزاج اقوام پر اکھڑ افراد کی حکومت ہوتی ہے۔

قومی ترقی مجموعہ ہے شخصی محنت، شخصی عزت، شخصی ایمان داری اور شخصی ہمدردی کا جب کہ قومی تنزلی مجموعہ ہے شخصی سستی، شخصی بے عزتی، شخصی بے ایمانی اور شخصی خود غرضی اور برائیوں کا۔ اس لیے یہ لازم ہے کہ ہمارا شخصی چال چلن اعلیٰ ہو۔ چوں کہ ہر شخص اور قوم اپنی اصلاح خود کر سکتی ہے۔ اس لیے بیرونی امداد کے سہارے بیٹھنا خام خیالی ہے۔ ظالم آقا کا مطیع حقیقی غلام نہیں اور نہ ہی آمر بادشاہ کی رعایا بلکہ بد اخلاقی، خود غرضی، جہالت اور شرارت کا پیروکار اور قومی ہمدردی سے ناواقف حقیقی غلام ہے۔ ہم اپنی مدد آپ کی بجائے کسی خضر نما شخصیت کے منتظر رہتے ہیں۔ عمل سے عاری کرنے والی یہ سوچ ہمیں انسان پرست بنا دیتی ہے۔ ہماری آزادی بقول ولیم ڈراگن ہمارے عمل پر منحصر ہے۔ استقلال اور محنت کامیابی کا حقیقی ذریعہ ہے۔ دلی ولولے اور خلوص کے ساتھ اگر ہم اپنے اعمال انجام دیں تو ایک عمدہ قوم کی مانند آرام، خوشی اور آزادی حاصل کر لیں گے۔ انسانوں کی موجودہ ترقی یافتہ حالت نسل در نسل کے مسلسل کاموں کی وجہ سے ہے۔ مگر حیف ہماری قوم نے اپنی نااہلی اور نکمے پن کی وجہ سے اپنے بزرگوں کی محنت سے حاصل کی گئی جائیداد کو گنوا دیا۔

دوسروں کی زندگی، سلوک اور چال چلن پر نہایت زبردست اثر پیدا کرنے کی صلاحیت شخصی چال چلن میں پوشیدہ ہے اور حقیقت میں یہی ایک نہایت اعلیٰ عملی تعلیم ہے۔ یہ تعلیم انسان کو انسانیت سکھلاتی ہے۔ اسی تعلیم سے عمل

انسانی، چال چلن، شخصی خوبی اور قومی عزت حاصل ہوتی ہے۔ یہی علم، وہ علم ہے جو انسان کو فرض شناس، حقوق کی ادائیگی معاملاتِ زندگی انجام دینے اور اپنی عاقبت سنوارنے کے قابل بناتا ہے۔ علم کے بہ نسبت عمل اور سوانح عمری کی بہ نسبت عمدہ چال چلن آدمی کو زیادہ معزز بناتا ہے۔

مشقی سوالات

سوال نمبر 1: ''اپنی مدد آپ'' کو مدِ نظر رکھتے ہوئے درج ذیل سوالات کے مختصر جواب تحریر کریں جو کہ تین سطور سے زیادہ نہ ہوں۔

(۱) وہ کون سا آزمودہ مقولہ ہے جس میں انسانوں اور قوموں کا تجربہ جمع ہے؟

جواب: سر سید کے خیال میں ''خدا اُن کی مدد کرتا ہے جو آپ اپنی مدد کرتے ہیں'' یہ ایک نہایت عمدہ اور آزمودہ مقولہ ہے جس میں انسانوں اور قوموں اور نسلوں کا تجربہ جمع ہے۔

(۲) سر سید کے خیال میں کون سی قوم ذلیل و بے عزت ہو جاتی ہے؟

جواب: جب کسی شخص یا گروہ کے دل سے اپنی مدد آپ کا جذبہ ماند پڑ جاتا ہے تو وہ غیرت اور عزت جیسی نہایت عمدہ اور چمک دمک رکھنے والی قوتوں سے محروم ہو جاتا ہے۔ جب پوری قوم کی حالت ایسی ہو جاتی ہے تو وہ قوم دوسری اقوام کی نظر میں ذلیل و بے عزت ہو جاتی ہے۔

(۳) نیچر کا قاعدہ کیا ہے؟

جواب: سر سید بتاتے ہیں کہ جیسے پانی خود بخود اپنی پنسال میں آ جاتا ہے اسی طرح عمدہ رعایا پر عمدہ حکومت اور جاہل و ناتربیت یافتہ رعایا پر ویسی ہی اکھڑ حکومت ہوتی ہے۔ جیسا چال چلن مجموعی طور پر قوم کا ہوگا اسی کے مناسب حال حکومت ہوگی۔

(۴) قومی ترقی کن خوبیوں کا مجموعہ ہے؟

جواب: سر سید احمد خان کے خیال میں قومی ترقی شخصی محنت، شخصی عزت، شخصی ایمانداری اور شخصی ہمدردی کا مجموعہ ہے۔

(۵) قومی تنزلی کن برائیوں کا مجموعہ ہے؟

جواب: سر سید کی رائے میں قومی تنزلی شخصی سستی، شخصی بے عزتی، شخصی بے ایمانی، شخصی خود غرضی اور شخصی برائیوں کا مجموعہ ہے۔

(۶) بیرونی کوشش سے برائیوں کو ختم کرنے کا کیا نتیجہ نکلتا ہے؟

جواب: سر سید کہتے ہیں کہ اگر ہم بیرونی کوشش سے برائیوں کو جڑ سے اکھاڑ ڈالیں اور تباہ و برباد کر دیں تو یہ کسی نئی صورت میں اور بھی زور و شور سے پیدا ہو جائیں گی۔ ان سے نجات کا ایک ہی حل ہے کہ شخصی زندگی اور شخصی چال چلن کو ترقی دی جائے۔

(۷) سر سید کے خیال میں اصلی غلام کون ہے؟

جواب: سر سید کے خیال میں اصلی غلام وہ ہے جو بد اخلاقی، خود غرضی، جہالت اور شرارت کا مطیع اور اپنی خود غرضی کی غلامی میں مبتلا اور قومی ہمدردی سے بے پرواہ ہے۔

(۸) دنیا کی معزز قوموں نے کس خوبی کی وجہ سے عزت پائی؟

جواب: دنیا کی قوموں نے اپنی مدد آپ کے اصول کے تحت عزت پائی ہے۔

(۹) ولیم ڈراگن کے اصول کا مفہوم بیان کیجیے؟

جواب: ولیم ڈراگن کے اصول کا مفہوم یہ ہے کہ استقلال اور محنت کامیابی کا بڑا ذریعہ ہے اگر ہم محنت کیے جائیں اور اپنی قوتوں کو ٹھیک طریقے سے استعمال میں لائیں، تو تھوڑے زمانے میں قوم خوشحالی کی منازل طے کرے گی۔

(۱۰) کون سی خوبی آدمی کو معزز اور قابل ادب بناتی ہے؟

جواب: سرسید کے خیال میں مشاہدہ آدمی کی زندگی کو درست اور اس کے علم کو باعمل بناتا ہے۔ علم کے بہ نسبت عمل اور سوانح عمری کی بہ نسبت عمدہ چال چلن آدمی کو زیادہ معزز اور قابل ادب بناتا ہے۔

سوال 2 اپنی مدد آپ کے متن کو مدنظر رکھتے ہوئے درج ذیل سوالات کے درست جواب کے شروع میں (✓) کا نشان لگائیں۔

(i) ''خُدا اُن کی مدد کرتا ہے جو اپنی مدد آپ کرتے ہیں'' یہ ایک نہایت عمدہ اور آزمودہ:

(الف) کہاوت ہے ✓ (ب) مقولہ ہے

(ج) ضرب المثل ہے (د) محاورہ ہے

(ii) ایک شخص میں اپنی مدد کرنے کا جوش اس کی سچی

(الف) تنزلی کی بُنیاد ہے (ب) شہرت کی بُنیاد ہے

(ج) عزت کی بُنیاد ہے ✓ (د) ترقی کی بُنیاد ہے

سوال 3 سبق ''اپنی مدد آپ'' کو پیش نظر رکھتے ہوئے درج ذیل جملے مکمل کریں۔

(i) خُدا اُن کی مدد کرتا ہے جو ________ مدد کرتے ہیں۔ (اپنی)

(ii) جس طرح پانی خود ________ میں آجاتا ہے۔ (پنسال)

(iii) قوم شخصی ________ کا مجموعہ ہے۔ (حالتوں)

(iv) قوم کی سچی ________ کرو۔ (ہمدردی)

(v) ہم لوگوں کے یہ خیال ہیں کہ ________ ملے۔ (کوئی خضر)

سوال 4 ''اپنی مدد آپ'' کا مرکزی خیال لکھیں جو دو جملوں سے زیادہ نہ ہو۔

جواب خُدا اُن کی مدد کرتا ہے جو اپنی مدد آپ کرتے ہیں۔ اس اصول کی روشنی میں اگر کوئی قوم ترقی کرنا چاہتی ہے، تو اسے اپنے علم کو باعمل بنانا ہوگا۔

اہم عبارات کی تشریح

عبارت نمبر 1

یہ ایک نہایت عمدہ اور آزمودہ مقولہ ہے۔ اس چھوٹے سے فقرے میں انسانوں کا اور قوموں کا اور نسلوں کا تجربہ جمع ہے۔ ایک شخص میں اپنی مدد کرنے کا جوش اس کی سچی ترقی کی بنیاد ہے اور جب کہ یہ جوش بہت سے شخصوں میں پایا جاوے تو وہ قومی ترقی اور قومی طاقت اور قومی مضبوطی کی جڑ ہے۔ جب کہ کسی شخص کے لیے یا کسی گروہ کے لیے کوئی دوسرا کچھ کرتا ہے تو اس شخص میں سے یا اس گروہ میں سے وہ جوش اپنی آپ مدد کرنے کا کم ہو جاتا ہے اور ضرورت اپنی آپ مدد کرنے کی اس کے دل سے مٹتی جاتی ہے اور اسی کے ساتھ غیرت جو ایک نہایت عمدہ قوت انسان میں ہے اور اسی کے ساتھ عزت جو اصلی چمک دمک انسان کی ہے از خود جاتی رہتی ہے اور جب کہ ایک قوم کی قوم کا یہ حال ہو تو وہ ساری قوم دوسری قوموں کی آنکھ میں ذلیل اور بے عزت ہو جاتی ہے۔

نوٹ: (جو طلبا ہر عبارت کا الگ سے سیاق و سباق نہیں لکھ سکتے، وہ سبق ہذا میں سے دی گئی کسی بھی عبارت کی تشریح سے قبل یہ سیاق و سباق تحریر کر سکتے ہیں)

تشریح طلب اقتباس اُردو کی درسی کتاب کے سبق سے لیا گیا ہے، جو مصنف کی مشہور زمانہ کتاب "مقالات سر سیّد جلد پنجم" سے منتخب کیا گیا ہے۔ مصنف سبق میں بتاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اُن کی مدد کرتا ہے جو اپنی مدد آپ کرتے ہیں۔ مصنف یہ بھی بتاتے ہیں کہ جیسا مجموعہ قوم کی چال چلن کا ہوتا ہے، ویسی ہی حکومت اُن پر نافذ کر دی جاتی ہے۔ اوروں پر بھروسا کرنے والے برباد ہو جاتے ہیں اور اپنی مدد آپ کرنے والے کامیاب اور کامران قرار پاتے ہیں۔ عمل کے بغیر علم بے فائدہ ہے اور جس علم کے ساتھ عمل شامل ہو جائے وہ انسان کو معتبر بنا دیتا ہے

تشریح طلب اقتباس سبق کے .... سے لیا گیا ہے۔ (آغاز۔ درمیان۔ اختتام)

سیاق و سباق:

زیر تشریح عبارت سبق کی پہلی عبارت ہے اس لیے اس کا سیاق نہیں ہے۔

زیر تشریح عبارت کے بعد مصنف لکھتے ہیں کہ نیچر کا قاعدہ ہے کہ جیسی قوم ہو اس کا ویسا ہی حکمران ہوا کرتا ہے۔ قوم شخصی حالتوں کا مجموعہ ہے اور قومی ترقی مجموعہ ہے شخصی محنت، شخصی عزت، شخصی ہمدردی اور شخصی ایمانداری کا جب کہ قومی تنزلی مجموعہ ہے شخصی سستی، شخصی بے عزتی، شخصی خود غرضی اور شخصی برائیوں کا۔ قومی ترقی کسی خضر کی بدولت نہیں بلکہ اپنی مدد آپ کے تحت حاصل ہوتی ہے۔ ولیم ڈراگن نے بھی محنت سے کام کرنے میں قومی ترقی اور آزادی کا راز بتایا ہے۔ نتیجہ یہ کہ علم کے بہ نسبت عمل اور سوانح عمری کی بہ نسبت عمدہ چال چلن انسان کو زیادہ مہذب اور قابل ادب بناتا ہے۔

تشریح:

زیر تشریح عبارت میں مصنف لکھتے ہیں کہ یہ قول نہایت عمدہ اور تجربے سے ثابت شدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی اُن کی امداد اور معاونت کرتا ہے، جو اپنی مدد آپ کرتے ہیں۔ انسان جس چیز کے لیے کوشش کرتا ہے اُس کا حصول آسان ہو جاتا ہے۔ اسی طرح جس مقصد کے لیے انسان محنت کرتا ہے تو اس مقصد کے راستے میں حائل رکاوٹیں اور دشواریاں دور ہو جاتی ہیں۔ ظاہری طور پر اس چھوٹے سے جملے میں انسانوں، قوموں اور نسلوں کا تجربہ جمع ہے۔ دنیا میں ہمیشہ وہی انسان کامیاب و کامران ہوا ہے جس نے اپنی مدد آپ کی، اپنے سب کاموں کے لیے اپنے اعضا کو بروئے کار لایا اور دن رات محنت شاقہ کی۔ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ بغیر محنت اور جدوجہد کے کوئی عظیم انسان بن گیا ہو۔ ہمیشہ محنت کی عظمت ہی عظیم انسان کی تعمیر و تشکیل میں کارفرما ہوتی ہے۔ دوسری مثال

مصنف نے قوموں کی دی ہے۔ فطرت کا اصول ہے کہ دنیا میں انھی اقوام کو عروج نصیب ہوا ہے، جنھوں نے اپنی مدد آپ کے اصول پر استقامت اختیار کی۔ کوئی بھی قوم ایسے ہی عظیم نہیں بن جاتی بلکہ اس کے پس منظر میں اس قوم کی بے پناہ محنتیں، ریاضتیں جدوجہد، مشقتیں، سعی اور کاوشیں شامل ہوتی ہیں۔ جیسے کہ خود اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتے ہیں:

ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیرو ما بانفسھم

ترجمہ ''اللہ تعالیٰ اس قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنے دل و دماغ میں انقلاب پیدا نہ کریں''

مولانا ظفر علی خان نے اسی حقیقت کو شعر کے پردے میں یوں بیان کیا ہے۔

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

اسی طرح مصنف کہتے ہیں کہ کامیابیوں نے ہمیشہ انھی کے قدم چومے ہیں، جو اپنی مدد آپ کے اصولوں پر کاربند ہوئے۔ اگر قوم کے کسی شخص میں اپنی مدد آپ کا جوش اور جذبہ پیدا ہوتا ہے، تو یہ اس شخص کی سچی اور ذاتی ترقی کی بنیاد ہے۔ جب کوئی فرد محنت کرتا ہے تو اس کی ترقی کے آثار نمایاں ہو جاتے ہیں۔ کیوں کہ کامیابی کا تعلق اور نسبت محنت سے ہے۔ اس لیے محنت اور اپنی مدد آپ کرنے والے ہی کامیابی کے حصول میں کامیاب ہوتے ہیں۔ اسی طرح اگر قوم کے بہت سے افراد میں اپنی مدد آپ کا جوش اور جذبہ پیدا ہو جائے تو اس قوم کی کامیابی یقینی ہو جاتی ہے۔ قوم کے سبھی اشخاص جب محنت کرتے ہیں اور اپنا کام خود اپنے ہاتھوں سے کرتے ہیں تو اس سے قومی ترقی اور قومی طاقت حاصل ہوتی ہے۔ علامہ عنایت اللہ مشرقی کہتے ہیں:

''قوم کے ہر فرد میں ہمت، طاقت اور حوصلہ بھر دو، زوال پذیر قوم بھی زندہ ہو سکتی ہے''

اگر کسی شخص کی کوئی دوسرا مدد کرتا ہے، جب کہ وہ اپنا کام خود کر سکتا ہے تو اس کے دل سے اپنی مدد آپ کا جذبہ معدوم ہو جاتا ہے۔ کیوں کہ دوسروں کے سہارے اور امداد سے ہمتیں پست اور جذبے ماند پڑ جاتے ہیں۔ اسی طرح اگر کسی گروہ کے لیے کوئی دوسرا گروہ معاون یا سہارا بنتا ہے، تو اس گروہ میں سے اپنی مدد آپ کا جذبہ ختم ہو جاتا ہے اور وہ گروہ محنت سے بھی جی چرانے لگتا ہے۔ بقول فلاسفر: ''انسان اپنی محنت سے کچھ بن سکتا ہے، بیرونی امداد ہمت کو پست کر دیتی ہے۔''

جب انسان دوسروں کا محتاج ہو جاتا ہے اور کاہلی اور سستی کا مظاہرہ کرتا ہے، تو انسان کی انتہائی قیمتی چیز غیرت و حمیت اور عزت جو کہ انسان کی اصلی چمک دمک ہے، خاک میں مل جاتی ہیں۔ اسی طرح جب کوئی قوم اپنی مدد آپ نہیں کرتی اور دوسروں پر بھروسا کرتی ہے، تو وہ دوسری قوموں کی نظروں میں ذلیل و رسوا اور بے عزت ہو جاتی ہے۔ دوسروں کی نظروں سے گری ہوئی قومیں ناقدری کا شکار ہو کر اپنا وقار کھو دیتی ہیں۔ قدرت کا اصول ہے کہ وہی قومیں دنیا میں زندہ رہتی ہیں اور دوسروں کی نظروں میں معتبر ٹھہرتی ہیں، جو اپنی مدد آپ کے اصول پر سختی سے کاربند رہتی ہیں۔ بقول شاعر

اپنی منزل کو پا ہی لیتے ہیں
جن کو عادت نہ ہو سہاروں کی

عبارت نمبر 2:

(ملتان بورڈ 2008)

یہ ایک نیچر کا قاعدہ ہے کہ جیسا مجموعہ قوم کے چال چلن کا ہوتا ہے۔ یقیناً اسی کے موافق اس کے قانون اور اسی کے مناسب حال گورنمنٹ ہوتی ہے۔ جس طرح کہ پانی خود اپنی پنسال میں آ جاتا ہے، اسی طرح عمدہ رعایا پر عمدہ حکومت ہوتی ہے اور جاہل و خراب و ناتربیت یافتہ رعایا پر ویسی ہی اکھڑ حکومت کرنی پڑتی ہے۔

سیاق و سباق:

زیرِ تشریح اقتباس سے پہلے مصنف بتا رہے ہیں کہ اپنی مدد آپ ایک نہایت آزمودہ مقولہ ہے۔ اپنی مدد آپ پر عمل نہ کرنے سے انسان میں غیرت جو ایک نہایت عمدہ قوت ہے، جاتی رہتی ہے اور اگر پوری قوم ایسا کرے تو وہ ذلیل اور

حقیر بن جاتی ہے۔

زیرِ تشریح اقتباس کے بعد مصنف بتاتے ہیں کہ تجربوں سے ثابت ہوا ہے کہ کسی ملک کی قدر و منزلت، وہاں کی گورنمنٹ کے عمدہ ہونے سے زیادہ رعایا کے چال چلن پر منحصر ہے، کیوں کہ قوم شخصی حالتوں کا مجموعہ ہے۔ اگر ہم برائیوں کو جڑ سے اکھاڑنا چاہتے ہیں تو ہمیں شخصی چال چلن کو درست کرنا ہوگا۔ استقلال اور محنت کی ولیم ڈراگن نے بھی نصیحت کی ہے۔ لہٰذا علم کے بہ نسبت عمل اور سوانح عمری کی بہ نسبت عمدہ چال چلن انسان کو مہذب اور قابلِ ادب بناتا ہے۔

تشریح:

زیرِ تشریح عبارت میں مصنف لکھتے ہیں کہ فطرت کا یہ اصول ہے کہ قوم کے افراد کا جیسا رنگ ڈھنگ، طور طریقہ اور چال چلن ہوتا ہے، یقینی طور پر اُسی کے مطابق حکومت ہوتی ہے اور قوم کے افراد کے مزاج اور طور طریقوں کو مدِنظر رکھتے ہوئے حکومت قوانین بناتی ہے۔ قوم کے افراد مہذب اور تہذیب یافتہ ہوں تو حکومت بھی مہذب اور تہذیب یافتہ ہوتی ہے۔ کیوں کہ قوم افراد سے مل کر بنتی ہے۔ قوم بذاتِ خود کچھ نہیں ہوتی بقول اقبالؒ:

افراد کے ہاتھوں میں ہے اقوام کی تقدیر　　　ہر فرد ہے ملت کے مقدر کا ستارہ

اس لیے افراد اور قوم کا بڑا گہرا تعلق ہوتا ہے۔ حکومت بھی قوم میں سے منتخب نمائندوں کا مجموعہ ہوتی ہے۔ جب یہ عوامی نمائندے ایوانوں میں بیٹھتے ہیں تو عوامیت جھلکتی ہے اور یہ عوامی نمائندے اپنی قوم کے افراد کے مزاج کو بخوبی سمجھتے ہیں۔ جب یہ کوئی قانون بناتے ہیں تو قومی مزاج کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے بناتے ہیں۔ جس طرح پانی خود بخود ڈھلوان یا گڑھے میں جمع ہو جاتا ہے، اکٹھا نہیں کرنا پڑتا۔ اسی طرح اچھی اور شریف النفس رعایا پر عمدہ اور اچھی حکومت ہوتی ہے۔ کیوں کہ جب رعایا بے ضرر ایمان دار، دیانت دار اور سچی ہوگی، تو ان کے حکومتی نمائندوں میں بھی یہی خوبیاں ہوں گی۔ عوامی نمائندے قوم میں سے منتخب ہوتے ہیں۔ اچھے دیانت دار لوگ ہمیشہ اچھے نمائندوں کا انتخاب کرتے ہیں۔ کیوں کہ اُن کے دل میں اچھائی اور نیکی کی عظمت ہوتی ہے۔ ایمان دار حکومت بھی ایمان دار اور دیانت دار رعایا کی قدر کرتی ہے۔ وہ کوئی ایسا قانون نہیں بنائے گی جو ان کی رعایا کے لیے تکلیف اور ناانصافی کا باعث ہو۔

اس کے برعکس اگر رعایا جاہل اور غیر تربیت یافتہ ہو تو ان کی حکومت بھی جاہل اور غیر مہذب ہوگی۔ جاہل اور بگڑی ہوئی رعایا ہمیشہ اپنے جیسے نمائندوں کا انتخاب کرتی ہے۔ ان کے نزدیک نیکی اور شرافت کی عظمت نہیں ہوتی۔ اگر رعایا غیر مہذب اور سرکش ہوگی تو حکومت کو بھی ان کی سرکوبی کے لیے سخت ترین قوانین بنانے پڑیں گے۔ کیوں کہ اگر مجرم کے ساتھ شرافت اور نرمی کا سلوک کیا جائے تو بزدلی تصور ہوتی ہے۔ اور وہ آئندہ زیادہ جرائم کا ارتکاب کرتا ہے۔ چناں چہ حکومت کو مجبوراً ایسے قوانین وضع کرنے پڑتے ہیں جن سے عوام کو قابو میں رکھا جا سکے۔

عبارت نمبر 3:

(بہاول پور 2007، ڈی جی خاں بورڈ 13ء)

تمام تجربوں سے ثابت ہوا ہے کہ کسی ملک کی خوبی و عمدگی اور قدر و منزلت بہ نسبت وہاں کی گورنمنٹ کے عمدہ ہونے کے زیادہ تر اس ملک کی رعایا کے چال چلن، اخلاق و عادات، تہذیب و شائستگی پر منحصر ہے، کیوں کہ قوم شخصی حالتوں کا مجموعہ ہے اور ایک قوم کی تہذیب درحقیقت ان مرد و عورت و بچوں کی شخصی ترقی ہے، جن سے وہ قوم بنی ہے۔

قومی ترقی مجموعہ ہے شخصی محنت، شخصی عزت، شخصی ایمان داری، شخصی ہمدردی کا۔ اسی طرح قومی تنزلی مجموعہ ہے شخصی سستی، شخصی بے عزتی، شخصی بے ایمانی، شخصی خود غرضی کا اور شخصی برائیوں کا۔ تاتہذیبی و بدچلنی جو اخلاقی دشمنی یا باہمی معاشرت کی بدیوں میں شمار ہوتی ہے، درحقیقت وہ خود اسی شخص کی آوارہ زندگی کا نتیجہ ہے۔ اگر ہم چاہیں کہ بیرونی کوشش سے ان برائیوں کو جڑ سے اُکھاڑ ڈالیں اور نیست و

نابود کردیں، تو یہ برائیاں کسی اور نئی صورت میں اس سے بھی زیادہ زور و شور سے پیدا ہو جاویں گی۔ جب تک شخصی زندگی اور شخصی چال چلن کی حالتوں کو ترقی نہ کی جاوے۔

سیاق وسباق:

زیر تشریح اقتباس سے پہلے مصنف بتاتے ہیں کہ اپنی مدد آپ ایک آزمودہ مقولہ ہے اور جو قوم اس پر عمل نہیں کرتی ذلیل ہو جاتی ہے۔ نیچر کا قاعدہ ہے کہ جیسی قوم ہوتی ہے ویسا ہی اس پر حکمران ہوتا ہے۔

زیر تشریح اقتباس کے بعد مصنف بتاتے ہیں کہ ہم اگر قوم کی سچی ہمدردی اور خیر خواہی کریں تو ایک معزز قوم بن سکتے ہیں۔ ایمان داری اور پرہیزگاری سے کوئی بھی شخص ایک عمدہ نظیر بن جاتا ہے۔ علم کے بہ نسبت عمل اور سوانح عمری کی بہ نسبت عمدہ چال چلن آدمی کو معزز اور قابل ادب بناتا ہے۔

تشریح:

زیر تشریح عبارت میں مصنف لکھتے ہیں کہ تمام تجربات اور آزمائشوں سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ کسی ملک کی خوبی اور قدر و قیمت جانچنے کا پیمانہ اس کی رعایا ہوتی ہے۔ کیوں کہ قوم افراد کے مجموعے کا نام ہے اور ہر فرد ملت کے مقدر کا ستارہ ہوتا ہے، جو اسے بام عروج پر لے جانے کا ذریعہ بن سکتا ہے اور یہی ستارہ قوم کے زوال کا سبب بھی بن سکتا ہے۔ اسی لیے افراد کی اہمیت کے پیش نظر علامہ اقبالؒ نے فرمایا تھا کہ:

افراد کے ہاتھوں میں ہے اقوام کی تقدیر — ہر فرد ہے ملت کے مقدر کا ستارہ

چناں چہ کسی ملک اور حکومت کی اچھائی کا انحصار اس کی عوام کے کردار پر ہوتا ہے۔ کیوں کہ قوم شخصی کردار سے ہی تشکیل پاتی ہے۔ یہ تو ناممکن ہے کہ عوام کا مزاج، کردار، چال چلن، اخلاق و عادت کے برعکس حکومت انفرادیت رکھتی ہو۔ اسی لیے اگر ملک کی رعایا کے طور طریقے، رنگ ڈھنگ، رسوم و رواج، اخلاق و عادات، تہذیب و شائستگی عمدہ ہے، تو حکومت بھی عمدہ ہوگی، اگر عمدہ نہیں ہے تو حکومت بھی بری ہوگی۔ کیوں کہ افراد کے مجموعی کردار سے حکومت بھی متاثر ہوتی ہے اور افراد کا چال چلن بھی کسی حکومت کے اچھا یا برا ہونے کا تعین کرتا ہے۔ اسی لیے کسی ملک کی عزت، وقار، عظمت اور بڑائی کا انحصار وہاں کی رعایا پر ہوتا ہے۔ کیوں کہ قوم شخصی حالتوں کا مجموعہ ہوتی ہے۔ ایک قوم کی تہذیب و شائستگی دراصل ان مرد و عورت اور بچوں کی ترقی ہوتی ہے، جن سے وہ قوم بنی ہے۔ اگر ایک قوم کے افراد جن میں مرد و عورت اور بچے شامل ہوتے ہیں، اگر یہ مہذب، تہذیب یافتہ، اچھے چال چلن کے حامل ہوں گے تو قوم بھی ترقی یافتہ ہوگی۔ اس کے بعد مصنف نے قومی ترقی کے چار اہم نکات یا اوصاف گنوائے ہیں۔ ان میں پہلا نکتہ یا وصف یہ ہے کہ قوم کا ہر فرد انفرادی لحاظ سے محنتی ہو اور محنت پر یقین رکھتے ہوئے اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لائے۔ کیوں کہ قرآن مجید میں ارشاد مبارک ہے۔

لیس للانسان الا ماسعٰی — ترجمہ: انسان کے لیے وہی کچھ ہے جس کے لیے وہ کوشش کرتا ہے

محنتی انسان کسی قوم کے ماتھے کا جھومر ہوتا ہے۔ محنتی انسان جہاں اپنی ذات کو نفع پہنچاتا ہے، وہاں قومی ترقی میں بھی معاون ثابت ہوتا ہے۔ دوسری خوبی یا نکتہ جو مصنف نے بتایا ہے وہ ہر فرد میں ذاتی عزت کا احساس ہے۔ اگر قوم کا ہر فرد اپنی عزت اور وقار کا خیال رکھتا ہے تو اسے قوم کی عزت کا بھی خیال ہوتا ہے۔ اس کے برعکس جسے اپنی عزت کا احساس نہیں ہوگا تو اُسے قوم کی عزت و وقار کا بھی ہرگز خیال نہیں ہوگا۔ بے شک عزت اور ذلت کا مالک اللہ تعالیٰ ہے اور ذاتی عزت و وقار کو برقرار رکھنے کی کوشش ہی سے قوم کی عزت و آبرو برقرار رہتی ہے۔

تیسری خوبی یا نکتہ شخصی ایمان داری ہے۔ اگر قوم کا ہر فرد ذاتی لحاظ سے ایمان دار ہے اور اپنی ذمہ داریوں کو ایمان داری سے سرانجام دیتا ہے تو یہ خوبی قومی ترقی کا سبب بنتی ہے۔ کیوں کہ اگر قوم کے افراد بے ایمانی اور کام چوری سے کام لیں گے تو قوم زوال کا شکار ہوگی۔ چوتھا نکتہ جو مصنف نے بیان کیا ہے وہ شخصی ہمدردی ہے۔ اگر قوم کا ہر فرد ذاتی لحاظ سے ہمدرد ہے تو وہ قوم کا بھی ہمدرد ہوتا ہے اور وہ قوم کے دیگر افراد کے دُکھ درد میں شریک ہوگا دوسروں کے کام بھی آئے گا۔ بقول شاعر:

انسان کو انسان سے گر پیار نہیں انسان ہی کہلانے کا حق دار نہیں

مصنف نے یہ وہ اصاف یا نکات بیان کیے ہیں جو کسی بھی قوم کی ترقی کے اسباب ہوتے ہیں۔ اگر کوئی قوم ترقی یافتہ ہے تو اس کے پس منظر میں مندرجہ بالا چار اوصاف کا اہم کردار ہوتا ہے، جن کو بروئے کار لا کر وہ قوم ترقی یافتہ بنی ہوتی ہے۔ یہ وہ اسباب ہیں جن کو بروئے کار لا کر کوئی بھی قوم ترقی یافتہ بن سکتی ہے۔ اسی طرح سرسید احمد خان نے قومی زوال کے اسباب بھی لکھے ہیں۔ قومی زوال کے اسباب میں سب سے پہلے سستی اور کاہلی کا ذکر کیا ہے۔ جب کسی قوم کے افراد ذاتی طور پر کاہلی اور سستی کا مظاہرہ کرتے ہیں، تو وہ قومی زوال کا سبب بنتے ہیں۔ جس کی وجہ سے قوم کی ترقی کی راہیں مسدود ہو کر رہ جاتی ہیں۔ قومی زوال کی دوسری وجہ شخصی بے عزتی ہے۔ تمام افراد میں عزت کا احساس نہیں ہوگا تو انھیں قومی وقار اور عزت کا لحاظ بھی نہیں ہوگا۔ تیسرا سبب شخصی بے ایمانی ہے۔ جب افراد بے ایمانی کے مرتکب ہوتے ہیں تو وہ اپنی ذمہ داریوں کو بھی احسن طریقے سے انجام نہیں دیتے، جس سے وہ قومی زوال کی بنیاد ثابت ہوتے ہیں۔ اسی طرح چوتھی وجہ شخصی خود غرضی ہے۔ جب قوم کے اشخاص خود غرضی کا شکار ہوتے ہیں، تو وہ انسانی ہمدردی سے محروم ہو جاتے ہیں اور ایک دوسرے کے کام نہیں آتے۔ اپنی خود غرضی کی وجہ سے دوسروں کے لیے مسائل پیدا کرتے ہیں۔ پریم چند نے بجا کہا ہے کہ:

"خود غرضی میں انسان پاگل ہو جاتا ہے"

زوال کا آخری سبب ذاتی برائیاں ہیں۔ قوم افراد سے مل کر بنتی ہے۔ جب قوم کے ہر فرد میں یہ برائیاں پائی جائیں گی تو قوم پستی اور زوال کا شکار ہو جائے گی۔ اور ان اسباب سے معاشرہ اخلاقی، تہذیبی، تمدنی اور معاشرتی برائیوں کا مرکز بن جاتا ہے۔ اس سے مُراد یہ ہے کہ ایک شخص کی برائیوں نے جمع ہو کر ایک بُرے معاشرے کی شکل اختیار کر لی ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

"جو لوگ بُرائی کرتے ہیں ان کی وجہ سے خشکی و تری میں خرابی پھیل گئی ہے"

مصنف مزید کہتے ہیں کہ اگر ہم چاہیں کہ بیرونی امداد اور کوششوں سے معاشرتی برائیوں کو نیست و نابود کر دیں گے تو یہ ہماری خام خیالی اور انتہائی بے وقوفی ہے۔ ہماری برائیاں ہمارے لیے اذیت کا باعث ہیں۔ ان کا تدارک کرنے کے لیے ہمیں اپنی کوششیں بروئے کار لانی چاہییں، اگر ہم خود برائیوں کو ختم کرنے کی کوشش نہیں کریں گے تو برائیاں کسی اور نئی صورت میں زیادہ پرورش پائیں گی۔ اس کا بہترین حل یہ ہے کہ ہم اپنی ذاتی زندگی اور ذاتی کردار کی حالتوں کو ترقی دیں۔ اور اپنی اصلاح خود کریں۔ قوم کا ہر فرد اپنی ذمہ داریوں کو سمجھتے ہوئے فرائض کی ادائیگی کرے۔ اپنے اندر اوصاف، اخلاق، حسنِ عمل پیدا کرے اور باطن کو اعلیٰ خوبیوں سے مزین کرے، تا کہ قوم ترقی کی راہوں پر گامزن ہو اور ملک کی عزت اور وقار میں اضافہ ہو۔

عبارت نمبر 4:

اے میرے عزیز ہم وطنو! اگر یہ رائے صحیح ہے تو اس کا یہ نتیجہ ہے کہ قوم کی سچی ہمدردی اور سچی خیر خواہی کرو۔ غور کرو کہ تمھاری قومی شخصی زندگی اور شخصی چال چلن کس طرح پر عمدہ ہو، تا کہ تم بھی ایک معزز قوم ہو۔ کیا جو طریقِ تعلیم ...

لباس کا، سیر سپاٹے کا، شغل اشغال کا تمھاری اولاد کے لیے ہے، اس سے ان کی شخصی چال چلن، اخلاق وعادت، نیکی وسچائی میں ترقی ہوسکتی ہے؟ ہاشا وکلا

سیاق وسباق:

زیرِ تشریح اقتباس سے پہلے مصنف بتاتے ہیں کہ خدا ان کی مدد کرتا ہے جو اپنی مدد آپ کرتے ہیں نیچر کا قاعدہ ہے کہ جیسی قوم ہو اس کا ویسا ہی حکمران ہوتا ہے۔ تجربوں سے ثابت ہوتا ہے کہ کسی ملک کی خوبی اس کی قوم کے عمدہ چال چلن پر منحصر ہے، اگر ہم برائیوں کو جڑ سے اکھاڑنا چاہیں تو ہمیں شخصی چال چلن کو درست کرنا ہوگا۔

زیرِ تشریح اقتباس کے بعد مصنف بتاتے ہیں کہ کوئی بھی قوم اپنی مدد آپ کے تحت ترقی حاصل کرسکتی ہے۔ لہٰذا اسے بیرونی مدد کے انتظار میں نہیں بیٹھنا چاہیے۔ ولیم ڈراگن کا بھی یہی خیال ہے کہ محنت اور استقلال ہی کامیابی کا ذریعہ ہے۔ ہمیں جو ورثہ آج حاصل ہے، وہ ہمارے پرکھوں کی ہوشیاری اور محنت کا نتیجہ ہے۔

تشریح:

زیرِ تشریح عبارت میں مصنف اپنے وطن کے لوگوں کو مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ اے میرے ہم وطنو! اگر میری رائے درست ہے۔ میری تجویز سے اتفاق رائے رکھتے ہو اور میری بات کو حقیقت سمجھتے ہو کہ جب تک ذاتی زندگی اور ذاتی چال چلن کی حالتوں کو ترقی نہ دی جائے، اس وقت تک کوئی قوم ترقی کی راہوں پر گامزن نہیں ہوسکتی اور قوم وملک کا وقار اور عزت بھی بحال نہیں ہوسکتی۔ چناں چہ اس سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ تمھیں چاہیے کہ اپنی ذاتی زندگی اور شخصی چال چلن کو عمدہ اور بہتر کرو۔ ذاتی مفاد سے بالاتر ہو کر قومی مفاد کو اہمیت دو۔ اور وہ راستہ اختیار کرو جس سے شخصی زندگی اور ذاتی چال چلن عمدہ سے عمدہ تر ہو، تاکہ تمھارا شمار دنیا کی معزز قوموں میں ہو۔ اس کے بعد مصنف نے تلخ حقائق بیان کیے ہیں اور اپنے اہلِ وطن کو ان کی خامیوں اور کوتاہیوں سے آگاہ کیا ہے اور متوجہ ہونے کی ترغیب دی ہے۔ تاکہ اپنی خرابیوں اور خامیوں کی اصلاح کی طرف دھیان دیں۔

سرسید احمد خان قوم کے عظیم مصلح تھے۔ اُن کی خواہش تھی کہ مسلمان نوجوان نسل کی تربیت کی طرف متوجہ ہوں۔ نوجوان جدید تعلیم سے آراستہ ہوں۔ تہذیب وشائستگی سیکھیں۔ گفتگو کا مئودبانہ انداز ہو۔ زمانے کے طور طریقے اور رنگ ڈھنگ سے آشنا ہوں۔ جب یہ اوصاف نوجوانوں میں دکھائی نہیں دیتے تو سرسید مخاطب سے کہتے ہیں کہ تمھاری اولاد کا جو طریقہ تعلیم وتربیت کا ہے اور انھوں نے گفتگو کا جو انداز اختیار کر رکھا ہے۔ جس قسم کا حلیہ بنا رکھا ہے اور جس رنگ ڈھنگ کا وہ لباس زیب تن کیے ہوئے ہیں۔ کیا وہ ہماری ترقی کا باعث بن سکتے ہیں؟ اس سے بھی زیادہ دکھ اور افسوس کی بات یہ ہے کہ تمھاری اولاد سیر وتفریح اور کھیل تماشوں کی رسیا اور دلدادہ ہے۔ ان کے مشاغل عجیب طرح کے ہیں۔ ان تمام حالات کے پیشِ نظر کیا ہم کہہ سکتے ہیں کہ ان کی ذاتی زندگی اور ذاتی چال چلن، ان کے اخلاق وعادات اور نیکی وسچائی میں بہتری اور عمدگی ممکن ہے۔ کیا وہ ترقی کی راہوں پر گامزن ہوسکتے ہیں؟ کیا یہ قومی ترقی میں معاون ثابت ہوسکتے ہیں۔ کیا قومی اور ملکی تعمیر وترقی میں بنیادی کردار ادا کرسکتے ہیں۔ ہرگز نہیں۔ ایسے حالات میں جب کہ بچوں کی اچھی تربیت نہیں ہورہی تو بچوں کا ترقی کرنا اور ایک معزز قوم بننا کسی طرح بھی ممکن نہیں ہے۔

نبی اکرم ﷺ کا فرمان مبارک ہے:

"باپ کا کوئی عطیہ بیٹے کے لیے اس سے بڑھ کر نہیں کہ اس کی تربیت اچھی ہو"

چناں چہ ہمیں ایسا طرزِ عمل اختیار کرنا چاہیے جس سے ہماری ذاتی زندگی اور چال چلن بہتر ہو، تاکہ قوم ترقی کی راہوں پر رواں دواں ہو۔ اور نوجوان نسل کی تربیت کی طرف توجہ دینے کی انتہائی ضرورت ہے۔ کیوں کہ نوجوانوں کی یہ عمر تعمیر اور تخریب کی عمر ہوتی ہے۔ ایسے میں ان کی تربیت ہوجائے تو تعمیرِ کردار میں معاونت ہوتی ہے اور نوجوانوں کی قیمتی صلاحیتیں قومی ترقی میں اہم کردار

ادا کر سکتی ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ پہلے ہم اپنے اندر اوصاف پیدا کریں اور نوجوان نسل کے لیے نمونہ بنیں تاکہ اُن کی تربیت ہو۔ بقول شاعر:

حیات خود نہیں بنتی بنائی جاتی ہے
چراغ خود نہیں جلتے جلائے جاتے ہیں

عبارت نمبر 5

وہ شخص اصلی غلام ہے جو بد اخلاقی، خود غرضی، جہالت اور شرارت کا مطیع اور اپنی خود غرضی کی غلامی میں مبتلا اور قومی ہمدردی سے بے پرواہے۔ وہ قومیں جو اس طرح دل میں غلام ہیں وہ بیرونی زوروں سے، یعنی عمدہ گورنمنٹ یا عمدہ قومی انتظام سے آزاد نہیں ہوسکتیں جب تک کہ غلامی کی یہ دلی حالت دور نہ ہو۔ اصل یہ ہے کہ جب تک انسانوں میں یہ خیال ہے کہ ہماری اصلاح و ترقی گورنمنٹ یا قوم کے عمدہ انتظام پر منحصر ہے، اس وقت تک کوئی مستقل اور برتاؤ میں آنے کے قابل نتیجہ اصلاح و ترقی کا قوم میں پیدا نہیں ہوسکتا۔ گو کیسی ہی عمدہ تبدیلیاں گورنمنٹ یا انتظام میں کی جاویں۔ وہ تبدیلیاں فانوسِ خیال سے کچھ زیادہ رتبہ نہیں رکھتیں، جس میں طرح طرح کی تصویریں پھرتی ہوئی دکھائی دیتی ہیں، مگر جب دیکھو تو کچھ بھی نہیں۔

سیاق وسباق:

زیرِ تشریح اقتباس سے پہلے مصنف بتاتے ہیں کہ اپنی مدد آپ آزمودہ مقولہ ہے۔ دنیا میں جتنی بھی قوموں نے ترقی کی، اسی کی بدولت کی ہے اور اس پر عمل نہ کرنے والی اقوام ہمیشہ ذلیل ہوئی ہیں۔ نیچر کا قاعدہ ہے کہ جیسی قوم ہو اس کا دیسا ہی حکمران ہوتا ہے۔ لہٰذا قوم اس وقت ترقی کرے گی، جب اس کی عوام کا چال چلن ٹھیک ہوگا۔

زیرِ تشریح اقتباس کے بعد مصنف بتاتے ہیں کہ انسان کو کسی خضر کے انتظار میں نہیں بیٹھنا چاہیے بلکہ اپنی مدد آپ کے تحت کام کرنا چاہیے کیوں کہ اوروں پر بھروسا کرنے سے انسان تباہ ہوجاتا ہے۔ مشاہدات کا نتیجہ ہے کہ علم کے بہ نسبت عمل اور سوانح عمری کی بہ نسبت عمدہ چال چلن آدمی کو معزز بناتا ہے۔

تشریح:

زیرِ تشریح عبارت میں مصنف لکھتے ہیں کہ وہ شخص ہرگز حقیقی غلام نہیں ہے، جو کسی ظالم آقا کا زرخرید ہو یا کسی ظالم اور خود مختار بادشاہ یا حکومت کی رعایا میں سے ہو۔ بلکہ اصلی غلام وہ ہے جو بُرے اخلاق کا مالک ہے اور اپنی ذات اور اپنے مفادات کو اہمیت دیتا ہے۔ دوسروں کے دکھ درد سے لاپرواہے اور قومی ہمدردی سے عاری ہے۔ ایسا خود غرض شخص اپنے مفادات اور اپنی ذات کی خاطر قومی مفادات کو قربان کر دیتا ہے۔ اس کے علاوہ جہالت اور شرارت کا مطیع بھی اصلی غلام قرار دیا جاتا ہے۔ کیوں کہ جاہل بھی اپنے قول وفعل سے دوسروں کے لیے عذاب ثابت ہوتا ہے اور قومی مفادات کے احساس سے لاپرواہوتا ہے۔ معاشرے میں ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جو اپنی شرارتوں کی بنا پر ایک دوسرے کو لڑانے میں ماہر ہوتے ہیں۔ اور اپنی شرارت کی بنا پر معاشرے میں فتنہ پروری کا باعث بنتے ہیں۔ چناں چہ متذکرہ بالا فرد اپنی خود غرضی کی غلامی میں مبتلا اور قومی ہمدردی اور مفادات سے بے پروا اصلی غلام کہلاتا ہے۔ بقول پریم چند:

"خود غرضی میں انسان پاگل ہوجاتا ہے"

اور بقول شاعر:

ابھی تک پاؤں سے چمٹی ہیں زنجیریں غلامی کی
دن آجاتا ہے آزادی کا، آزادی نہیں آتی

مصنف مزید لکھتے ہیں کہ جو اقوام دلی اور روحانی بیماریوں کا شکار ہوں وہ طاقت اور عمدہ قومی انتظام و انصرام سے آزاد نہیں ہوسکتیں، جب تک کہ داخلی طور پر تبدیلی نہ لے آئیں۔ روحانی بیماریوں کی شکار قوم کو خارجی اسباب کے ذریعے چھٹکارا دلانا ناممکن ہے۔ کیوں کہ ان کا تعلق دل، ذہن اور روح سے ہوتا ہے۔ روحانی بیماریوں کا علاج روحانی اسباب سے ہوتا ہے نہ کہ خود

غیر مرئی اور غیر مادہ شے ہے۔ اس لیے اس سے متعلقہ چیزیں بھی غیر مرئی اور نظر نہ آنے والی ہوتی ہیں۔ فرض کریں کوئی شخص جھوٹ بولنے والا ہے تو اس کے لیے کوئی ایسا پیمانہ یا تھرمامیٹر ایجاد نہیں ہُوا کہ بتا سکے کہ یہ شخص کتنا جھوٹا ہے۔ اس طرح اگر کوئی شخص سست اور کاہل ہے تو اس کے لیے دنیائے طب میں کوئی دوا ایسی ایجاد نہیں ہوئی کہ اُسے چست و چالاک اور ہوشیار بنا دے۔ یا جھوٹا شخص دوا استعمال کر کے سچا بن جائے۔ روحانی اور داخلی بیماریوں کا علاج بھی داخلی طریقوں سے ہوتا ہے۔

اگر انسان داخلی طور پر نیت کر لے کہ میں نے آئندہ جھوٹ نہیں بولنا، سستی اور کاہلی سے کام نہیں لینا تو مسئلہ حل ہو جاتا ہے۔ اگر ٹھیک ہونے کی نیت نہیں ہے تو دنیا کے تمام اسباب ناکارہ ثابت ہوتے ہیں۔ اگر قوم کے تمام افراد میں خیال پیدا ہو جاتا ہے کہ ہمیں یہ دلی اور روحانی غلامی قبول نہیں ہے اور اس سے نجات اور چھٹکارا حاصل کرنا ہے تو بہتر نتائج سامنے آتے ہیں۔ جب تک انسانوں میں یہ خیال ہے کہ ہماری اصلاح و ترقی کا دارومدار حکومت یا اس کے عمدہ انتظام پر ہے تو قوم میں کوئی بہتری نہیں آئے گی۔ ایسے میں حکومت کے عمدہ سے عمدہ قوانین اور انتظام بھی ناکارہ ثابت ہوں گے۔ مصنف نے فانوس خیال کی ترکیب سے اپنی بات کا مدلل ثبوت پیش کیا ہے۔ پروجیکٹر کی ایجاد سے قبل شیشے کے خول میں شمع جلا کر رکھی جاتی، پھر اس کے سامنے سے تصویریں گزاری جاتیں تو دیوار پر ان کا عکس پڑتا تھا۔ جب کہ تصویری سایوں کی کوئی حقیقت نہیں ہوتی۔ اس لیے مصنف نے فانوسِ خیال کو بے بنیاد چیز قرار دیا ہے۔ اس مثال سے مصنف یہ بات واضح کرنا چاہتے ہیں کہ قوم کے افراد جب اپنی اصلاح خود نہ کریں اور داخلی طور پر تبدیلی نہ لائیں تو حکومت کے اعلیٰ پائے کے منصوبے اور قوانین سب بے کار اور بے سود ثابت ہوتے ہیں۔ اور ان میں کوئی تبدیلی رونما نہیں ہوتی۔ چناں چہ مصنف یہ پیغام دے رہے ہیں کہ قوم کے ہر فرد کو چاہئے کہ اپنا کام خود کرے اور دوسروں کا دست نگر نہ ہو اور اپنی اصلاح کا خود عزم کرے۔ بقول شیکسپیئر: **''جو کام خود کر سکتے ہو اُس کے لیے دوسروں سے درخواست مت کرو''**

عبارت نمبر 6

(ڈیرہ غازی خان 2010 راولپنڈی 13، فنی بورڈ لاہور 13)

انسان کی قومی ترقی کی نسبت ہم لوگوں کے یہ خیال ہیں کہ کوئی خضر ملے، گورنمنٹ فیاض ہو اور ہمارے سب کام کر دے۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ ہر چیز ہمارے لیے کی جاوے اور ہم خود نہ کریں۔ یہ ایسا مسئلہ ہے کہ اگر اس کو ہادی اور رہنما بنایا جاوے تو تمام قوم کی دلی آزادی کو برباد کر دے اور آدمیوں کو انسان پرست بنا دے۔ حقیقت میں ایسا ہونا قوت کی پرستش ہے اور اس کے نتائج انسان کو ایسا ہی حقیر بنا دیتے ہیں جیسے کہ صرف دولت کی پرستش سے انسان حقیر و ذلیل ہو جاتا ہے۔

سیاق وسباق:

زیرِ تشریح اقتباس سے پہلے مصنف لکھتے ہیں کہ اپنی مدد آپ ایک آزمودہ مقولہ ہے۔ نیچر کا قاعدہ ہے کہ جیسی عوام ہو اس پر ویسا حکمران ہوتا ہے۔ قوم شخصی حالتوں کا مجموعہ ہے۔ اگر ہم جڑ سے برائیوں کو اکھاڑنا چاہتے ہیں تو ہمیں اپنی مدد آپ پر عمل کرنا چاہیے۔

زیرِ تشریح اقتباس کے بعد مصنف لکھتے ہیں کہ بڑا سچا اور مضبوط راستہ جس سے زیادہ تر قوموں نے عزت پائی وہ اپنی مدد آپ ہے۔ ولیم ڈراگن نے بھی استقلال اور محنت کو قوم کی ترقی کا ذریعہ قرار دیا اور علم کے بہ نسبت عمل اور سوانح عمری کی بہ نسبت عمدہ چال چلن قوم کو قابلِ ادب بناتا ہے۔

تشریح:

زیرِ تشریح عبارت میں مصنف لکھتے ہیں کہ انسان کی قومی ترقی کی نسبت لوگوں کا یہ خیال ہوتا ہے کہ انھیں کسی قسم کی محنت

اور مشقت نہ کرنی پڑے وہ حکومت سے امیدیں وابستہ کرتے ہیں کہ حکومت سنجی مل جائے تا کہ ان کے تمام چھوٹے بڑے کام حکومت کردے اور انھیں اپنے اعضاء بروئے کار نہ لانے پڑیں۔ اور ان کے تمام کام اور مسائل کو حل کرنے کے لیے کوئی خضر نما راہنما مل جائے تا کہ اُن کے کام بغیر مشقت و محنت کے فوراً ہو جائیں۔ اس سے مصنف یہ نتائج اخذ کرتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم اپنے ملک اور قوم کے لیے خود کچھ نہ کریں جب کہ ہمارے لیے تمام سہولیات مہیا کی جائیں۔ جب قوم کے افراد کی یہ سوچ بن جاتی ہے کہ دوسرے ان کی امداد اور تعاون کریں، تو اس قوم کی ترقی کا عمل رک جاتا ہے اور وہ دوسروں کے محتاج اور دست نگر ہو جاتے ہیں۔ دوسروں پر بھروسہ کرنے سے افراد کے مسائل حل نہیں ہوتے، بلکہ مسائل اور مشکلات میں اضافہ ہوتا ہے۔ جب انسان اپنا کام خود کر سکتا ہے تو دوسروں پر بھروسہ کرنا نادانی کے سوا کچھ نہیں۔

شیکسپیئر کا قول ہے: "جو کام خود کر سکتے ہو اس کے لیے دوسروں سے درخواست مت کرو"۔

دوسروں پر بھروسا کرنا اور خود کچھ نہ کرنا یہ ایک ایسا اصول ہے کہ اگر قوم کے افراد اس کو اپنا راہبر و راہنما بنالیں تو قوم دلی طور پر غلام بن جائے گی اور دوسری اقوام پر بھروسا کرنے کی وجہ سے اس کی عزت اور وقار بھی داؤ پر لگ جائے گا۔ جو قوم دوسری قوموں کی محتاج ہو جاتی ہے تو اس میں اپنی مدد آپ کا جذبہ ختم ہو جاتا ہے اور وہ زوال کا شکار ہو جاتی ہے۔ بیرونی طاقتیں اس قوم پر غلبہ حاصل کر لیتی ہیں اور ان کی امداد کے عوض اپنی ناجائز پالیسیاں اور مطالبات منواتے ہیں۔ ظاہری طور پر آزاد ہوتے ہوئے بھی داخلی اور ذہنی طور پر دوسری قوموں کے ہاتھوں میں غلام بن کر رہ جاتے ہیں۔ دوسروں پر بھروسا کرنے والا آدمی دوسرے انسانوں کا محتاج ہو جاتا ہے، جسے مصنف نے انسان پرستی قرار دیا ہے۔ سرسید مزید کہتے ہیں کہ دوسروں کی امداد کا محتاج ہونا قوت کی پرستش ہے اور اس کے نتائج بڑے بُرے اثرات مرتب کرتے ہیں اور یہ انسان کو ایسا ہی حقیر و ذلیل بنا دیتا ہے جیسے دولت کی پرستش سے حقیر و ذلیل ہو جاتا ہے۔ کیوں کہ معاشرے میں کنجوس اور بخیل کی کوئی قدر و اہمیت نہیں ہوتی۔ جس طرح کنجوس اور بخیل دوسروں کی نظروں میں گھٹیا اور ذلیل ہوتا ہے، اسی طرح دوسروں پر بھروسا کرنے والا دوسروں کی نظروں میں گر جاتا ہے۔

عبارت نمبر 7

بڑا اچھا مسئلہ اور نہایت مضبوط اصول جس سے زیادہ دنیا کی معزز قوموں نے عزت پائی ہے وہ اپنی آپ مدد کرنا ہے جس وقت لوگ اس کو اچھی طرح سمجھیں گے اور کام میں لاویں گے تو پھر خضر کو ڈھونڈنا بھول جاویں گے اوروں پر بھروسے اور اپنی مدد آپ یہ دونوں اصول ایک دوسرے کے بالکل مخالف ہیں۔ پچھلا انسان کی بدیوں کو برباد کرتا ہے اور پہلا خود انسان کو۔

سیاق وسباق:

زیرِ تشریح اقتباس سے پہلے مصنف بتاتے ہیں کہ اپنی مدد آپ ایک عمدہ مقولہ ہے۔ نیچر کا قاعدہ ہے کہ جیسے عوام، اس پر ویسے حکمران۔ اگر کوئی قوم ترقی کرنا چاہتی ہے تو اس کو اپنی مدد آپ کے تحت کام کرنا چاہیے۔ قومی ترقی مجموعہ ہے شخصی ایمان داری، شخصی محنت، شخصی عزت اور شخصی ہمدردی کا۔ جو قوم اپنی مدد آپ پر عمل نہیں کرتی وہ برباد اور ناکام ہو جاتی ہے۔

زیرِ تشریح اقتباس کے بعد مصنف بتاتے ہیں کہ آئرلینڈ کے خیر خواہ ولیم ڈراگن نے بھی محنت اور استقلال کو کامیابی کا بڑا ذریعہ قرار دیا ہے۔ اور آج ہمارے پاس بے بہا جائیداد کا ورثہ موجود ہے۔ یہ ہمارے پرکھوں کی ہوشیاری اور محنت کا نتیجہ ہے۔

تشریح:

زیرِ تشریح عبارت میں مصنف نے اپنی مدد آپ کے اصول کی اہمیت اور قدر و منزلت کے بارے میں بتایا ہے کہ اپنی مدد

آپ ایک ایسا قیمتی اور سنہری اصول ہے، جس پر عمل پیرا ہو کر دنیا کی معزز قوموں نے اقوامِ عالم میں عزت اور وقار کا مقام حاصل کیا ہے۔ دنیا میں ہمیشہ وہی انسان کامیاب و کامران ہوا ہے، جس نے اپنا کام خود کیا اور دوسروں کا دست نگر نہیں ہوا۔ یہی قوموں کا حال ہے۔ معزز اور ترقی یافتہ قوموں کے حالات کا جائزہ لیا جائے کہ انھوں نے یہ مقام کیسے حاصل کیا تو پس منظر میں اپنی مدد آپ کا اصول کارفرما دکھائی دیتا ہے۔ اور جن قوموں نے اپنی مدد آپ نہیں کی وہ ناکام اور زوال کا شکار ہو کر دوسروں کی نظروں میں ذلیل و رسوا ہوئی ہیں۔

اپنی مدد آپ کی اہمیت کے پیش نظر مصنف کہتے ہیں کہ ہم بھی اس اصول کو اچھی طرح سمجھیں اور اپنی مدد آپ کے اصول پر کاربند ہو کر قومی سطح پر ترقی اور عروج حاصل کر سکتے ہیں۔ اگر قوم کے تمام افراد اپنی مدد آپ کے اصول کی اہمیت، مقام اور ضرورت کو اچھی طرح سمجھ لیں گے تو وہ خضر نما راہنما کے منتظر اور محتاج نہیں رہیں گے۔ قوم ترقی کی راہوں پر گامزن ہوگی۔ اور خوشحالی اور ترقی کی راہیں ان کے سامنے ہموار ہوتی چلی جائیں گی اور قوم کے افراد ترقی اور خوشحالی کی لذتوں سے آشنا ہوں گے، تو وہ دوسروں کی غلامی اور محتاجی سے نفرت کریں گے۔ اوروں پر بھروسے اور اپنی مدد آپ دونوں اصول ایک دوسرے کے متضاد ہیں۔ اپنی مدد آپ سے انسان معاشرے میں مقام اور عزت پاتا ہے اور اپنی مدد آپ سے انسان اپنے مسائل اور الجھنیں بھی سلجھا لیتا ہے۔ جب کہ دوسروں پر بھروسا کرنے سے انسان کی معاشرے میں کوئی عزت اور وقار نہیں ہوتا۔ اس سے انسان کے مسائل حل نہیں ہوتے بلکہ اس سے مسائل اور مصائب میں بے پناہ اضافہ ہوتا ہے۔

اوروں پر بھروسا کرنے سے انسان کی شخصیت مجروح ہوتی ہے۔ انسان کی صلاحیتیں زنگ آلود ہو جاتی ہیں۔ انسان میں خوبیوں، صلاحیتوں اور کمالات کا سلسلہ رُک جاتا ہے۔ جو قومیں دوسروں پر بھروسا کرتی ہیں، اُن کا مقام دوسری قوموں کی نظر میں کسی اہمیت کا حامل نہیں ہوتا۔ عزتِ نفس، غیرت و حمیت، وقار اور غیرت، انسانی زیور کہلاتے ہیں۔ اور اپنی مدد آپ سے انسان کی خامیوں، کمزوریوں اور خرابیوں کا قلع قمع ہو جاتا ہے۔ اسی طرح قوم بھی اپنی مدد آپ کے ذریعے دوسری قوموں کی نظروں میں معزز قابل صد احترام اور قدر دانی کی مستحق قرار پاتی ہے۔

مصنف آخر میں کہتے ہیں کہ اس بات کا انحصار ہم پر ہے کہ دونوں حالتوں میں سے کس کا انتخاب کرتے ہیں تاکہ ہم ترقی کی راہوں پر گامزن ہوں اور دنیا کی قوموں کی نظروں میں ہمارا وقار، عزت اور قدر دانی ہو۔

عبارت نمبر 8

انسان کی اگلی پشتوں کے حالات پر خیال کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کی موجودہ حالت انسانوں کے نسل در نسل کے کاموں سے حاصل ہوئی ہے۔ محنتی اور مستقل مزاج محنت کرنے والوں، زمین کے جوتنے والوں، کانوں کے کھودنے والوں، نئی نئی باتوں کے ایجاد کرنے والوں، مخفی باتوں کو ڈھونڈ کر نکالنے والوں، آلاتِ جر ثقیل سے کام لینے والوں اور ہر قسم کے پیشہ کرنے والوں ہنر مندوں، شاعروں، حکیموں، فیلسوفوں، ملکی منتظموں نے انسان کو موجودہ ترقی کی حالت پر پہنچانے میں بڑی مدد دی ہے۔ ایک نسل نے دوسری نسل کی محنت پر عمارت بنائی ہے اور اس کو ایک اعلیٰ درجے پر پہنچایا ہے۔ ان عمدہ کاریگروں سے جو تہذیب و شائستگی کی عمارت کے معمار ہیں، لگاتار ایک دوسرے کے بعد ہونے سے محنت اور علم و ہنر میں جو ایک بے ترتیبی کی حالت میں تھی ایک ترتیب پیدا ہوئی ہے۔ رفتہ رفتہ نیچر کی گردش نے موجودہ نسل کو اس زرخیز اور بے بہا جائیداد کا وارث کیا ہے جو ہمارے بزرگوں کی ہوشیاری اور محنت سے مہیا ہوئی تھی اور وہ جائیداد ہم کو اس لیے نہیں دی گئی ہے کہ ہم صرف مثل مارِ سر گنج اس کی حفاظت ہی کیا کریں۔ بلکہ ہم کو اس لیے دی گئی ہے کہ اس کو ترقی دیں اور ترقی یافتہ حالت میں آئندہ نسلوں کے لیے چھوڑ جاویں۔ مگر افسوس صد ہزار افسوس کہ ہماری قوم نے ان بزرگوں کی چھوڑی ہوئی جائیداد کو پھر گرا دیا۔

سیاق وسباق:

زیر تشریح اقتباس سے پہلے مصنف بتاتے ہیں کہ خدا ان کی مدد کرتا ہے جو اپنی مدد آپ کرتے ہیں۔ جیسے عوام ہو، اس پر ویسا ہی حکمران ہوتا ہے۔ کیوں کہ قوم شخصی حالتوں کا مجموعہ ہے۔ ہم اگر اپنی قوم کی برائیوں کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنا چاہیں تو ہمیں اپنی مدد آپ کے تحت کام کرنا چاہیے۔

زیر تشریح اقتباس کے بعد مصنف بتاتے ہیں کہ ایک غریب آدمی جو محنت اور لگاؤ سے کام کرتا ہے اپنے ملک کے لیے عمدہ نظیر بن جاتا ہے۔ تجربے سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ علم کے بہ نسبت عمل اور سوانح عمری کی بہ نسبت عمدہ چال چلن قوم کو قابل ادب بناتا ہے۔

تشریح:

زیر تشریح عبارت میں مصنف لکھتے ہیں کہ انسان کی سابقہ نسلوں کے حالات و واقعات کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ انسان کا موجودہ حالت میں ہونا اور درجہ بدرجہ ترقی کی منازل طے کرنا کسی بیرونی امداد اور جدوجہد کا نتیجہ نہیں ہے، بلکہ گزری ہوئی نسلوں کی جدوجہد، محنت اور ریاضت کی وجہ سے ہے۔ ماضی کے ان محنتی لوگوں نے ثابت قدمی اور مستقل مزاجی سے بھرپور محنت وسعی کی۔ جس کی وجہ سے آج ہم ترقی کی منازل طے کرنے میں کامیاب و کامران ہوئے۔ ان گزری ہوئی نسلوں کے محنتی اور مستقل مزاج لوگوں کی وجہ سے ہر شعبہ زندگی میں انقلاب رونما ہوا ہے۔

قائداعظمؒ نے بجا فرمایا ہے کہ: "کردار، اخلاق، استقلال اور جرات پر انسانی زندگی کی ساری عمارت کھڑی ہے"

مزید برآں محنتی بھی دو قسم کے ہوتے ہیں ایک مستقل مزاج اور دوسرے غیر مستقل مزاج محنتی ہوتے ہیں۔ مستقل مزاج محنتی ہی عظیم کارنامے سرانجام دے سکتے ہیں۔ مستقل مزاج محنت کرنے والے اپنی ذات اور اپنے زمانے کے لوگوں کے لیے بھی مفید ثابت ہوتے ہیں اور آئندہ نسل کے لیے بھی قیمتی سرمایہ چھوڑ جاتے ہیں۔ جب کہ غیر مستقل مزاج محنتی خود بھی مسائل کا شکار رہتے ہیں اور آئندہ نسل کے لیے ورثہ میں مسائل چھوڑ جاتے ہیں اور ان کے لیے کوئی کارنامہ انجام دینے سے بھی قاصر رہتے ہیں۔ مستقل مزاج محنت کرنے والوں میں ہر شعبہ سے تعلق رکھنے والے افراد شامل تھے۔ ان میں کھیتوں میں کام کرنے والے کسان بھی تھے جنھوں نے زمین کو ہموار اور زرخیز بنا کر زرعی شعبے کو ترقی یافتہ بنا دیا۔

اسی طرح کان کنوں نے پہاڑوں کا سینہ چیر کر اس میں سے قیمتی معدنیات نکالیں۔ ان میں ایسے لوگ بھی شامل تھے جو مسلسل تدبر اور سوچ کی بنا پر نئی نئی باتیں ایجاد کرنے میں کامیاب ہوئے اور لوگوں کے سامنے نئے نئے خیالات پیش کرتے رہے۔ تاکہ آئندہ نسلیں ان کے خیالات سے استفادہ کرتی رہیں۔ پھر مستقل مزاجی سے محنت کرنے والوں نے بھاری سامان اُٹھانے کے لیے آلات مثلاً کرینیں وغیرہ ایجاد کردیں، جس کی وجہ سے چیزیں ایک شہر سے دوسرے شہروں میں آسانی سے پہنچائی جاسکتی ہیں۔ سڑکیں وغیرہ یا اس طرح کے دیگر تعمیراتی کام کے لیے جہاں مہینوں تک ہزاروں مزدور کام کرتے تھے، ان کی جگہ چند گھنٹوں میں کرینوں سے کام کر لیتے ہیں۔ مصنف مزید بتاتے ہیں کہ ان نسلوں میں ہر قسم کے پیشہ کرنے والے اور کاریگر شامل تھے، جنھوں نے مل جل کر کام کر کے بنی نوع انسان کی بھرپور خدمت کا کام انجام دیا۔

قائداعظم کا فرمان ہے کہ: "جب تک کاریگروں کی پوری ہمدردی اور اشتراکِ عمل نہ ہو مشین بھی صحیح کام نہیں کرتی"

ان سابقہ نسلوں میں شعرا بھی تھے جنھوں نے انسانی جذبات واحساسات کو الفاظ کا پیراہن عطا کیا۔ ان میں حکیم بھی تھے اور حکمت کی باتیں کرنے والے فلسفہ کے ماہر بھی تھے۔ ان میں ملک کا انتظام چلانے والے بھی تھے۔ چناں چہ اگلی نسلوں کے تمام افراد نے مل جل کر اور ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کیا اور بھرپور جدوجہد اور کوشش سے موجودہ ترقی یافتہ حالت تک پہنچانے میں کامیاب

ہوئے۔ اور یہ ترقی صرف ایک نسل کی کوشش کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ اس میں نسلوں کی جدوجہد اور کوششیں شامل ہیں۔ ایک نسل نے محنت کی دوسری نسل نے اس میں اضافہ کر کے اسے ایک اعلیٰ درجے تک پہنچا دیا۔ انہی عمدہ ہنر مندوں، تہذیب و شائستگی کی عمارت کے معمار اور کاریگروں کا کمال ہے کہ انھوں نے محنت اور علم و ہنر کے جو موتی بکھرے ہوئے تھے اور بے ترتیب تھے، مسلسل محنت سے ان کو یکجا کر کے ترتیب پیدا کی۔ کیوں کہ ترتیب کا نام حسن ہے اور بے ترتیبی کا نام بدصورتی ہے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ہمارے آباؤ اجداد نے محنت اور ہوشیاری سے موجودہ نسل کو زرخیز اور قیمتی جائیداد کا مالک بنا دیا ہے اور یہ جائیداد یں ہمارے آباؤ اجداد نے وراثت میں اس لیے نہیں دیں کہ ہم خزانے کے سانپ کی طرح اس پر بیٹھ جائیں اور صرف اس کی حفاظت کرتے رہیں نہ خود فائدہ اٹھائیں اور نہ دوسروں کو استفادہ کرنے دیں۔ بلکہ اس لیے عطا کی گئی ہے کہ ہم بھرپور محنت کر کے اس میں اضافہ کریں اور یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ اپنی جدوجہد سے اس قیمتی اور بے بہا سرمایہ کو زیادہ ترقی یافتہ حالت میں پہنچاتے ہوئے، آنے والی نسل کو منتقل کریں۔

آخر میں مصنف نے مسلمان قوم کی نااہلی پر بہت زیادہ دکھ اور افسوس کا اظہار کیا ہے کہ ہماری قوم نے آباؤ اجداد کی عطا کردہ قیمتی اور بے بہا جائیداد کو اپنی سستی اور نااہلی کی وجہ سے ضائع کر دیا۔ خود بھی زوال کا شکار ہوئے ہیں اور آئندہ نسلوں کے لیے مسائل اور مشکلات پیدا کرنے کا باعث بنے ہیں۔ بقول ایمرسن:

"جتنی محنت سے لوگ جہنم میں جاتے ہیں اس سے آدھی محنت سے لوگ جنت میں جا سکتے ہیں"۔

عبارت نمبر 9:

(لاہور 2013ء)

ایک نہایت عاجز و مسکین غریب آدمی جو اپنے ساتھیوں کو محنت اور پرہیزگاری اور بے لگاؤ ایمانداری کی نظیر دکھاتا ہے، اس شخص کا اس کے زمانہ میں اور آئندہ زمانے میں اس کے ملک، اس کی قوم کی بھلائی پر بہت بڑا اثر پیدا ہوتا ہے کیوں کہ اس کی زندگی کا طریقہ اور چال چلن گو معلوم نہیں ہوتا مگر اور شخصوں کی زندگی میں خفیہ خفیہ پھیل جاتا ہے اور آئندہ کی نسل کے لیے ایک عمدہ نظیر بن جاتا ہے۔

سیاق و سباق:

زیر تشریح اقتباس سے پہلے مصنف بتاتے ہیں کہ اپنی مدد آپ ایک آزمودہ مقولہ ہے جتنی بھی قوموں نے ترقی حاصل کی، اس مقولے پر عمل کرنے کی بدولت کی ہے۔ قوم شخصی رویوں کا مجموعہ ہے۔ ہمارے پاس آج بیش بہا جائیداد کا جو ورثہ موجود ہے، یہ ہمارے پرکھوں کی محنت کا نتیجہ ہے۔

زیر تشریح اقتباس کے بعد مصنف بتاتے ہیں کہ اپنے فرائض کو انجام دینا انسان کو اپنی عاقبت سنوارنے کے لائق بناتا ہے۔ علم کے بہ نسبت عمل اور سوانح عمری کی بہ نسبت عمدہ چال چلن کسی قوم کو مہذب اور قابل ادب بناتا ہے۔

تشریح:

زیر تشریح عبارت میں مصنف کہتے ہیں کہ ایک نہایت بے بس، مجبور، مسکین اور غریب آدمی جو سخت محنت کرتا ہے نامساعد حالات میں بھی ایمان داری کا دامن نہیں چھوڑتا اور پاکیزہ اور صاف ستھری زندگی گزارتا ہے، تو اپنے ساتھیوں کے لیے بہترین مثال بن جاتا ہے۔ اس شخص کی بے لوث ایمان داری اور محنت کے اثرات صرف اسی کے زمانے تک محدود نہیں رہتے بلکہ آئندہ زمانے تک اس کے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ اور آئندہ زمانے میں اس کے ملک اور قوم کی بھلائی پر بھی اچھے اثرات پڑتے ہیں اور وہ ملکی ترقی میں مرکزی کردار ادا کرتا ہے۔ بقول جان ملٹن:

"مصیبت کا بوجھ خوش اسلوبی سے اُٹھانے والا ہی سب سے بہتر کام کر سکتا ہے"

چناں چہ اس کی معمولی حیثیت کی وجہ سے لوگ اس کے طرزِ زندگی، رہن سہن، اخلاق و عادات سے ناواقف ہوتے

ہیں۔ لیکن اس کے اثرات غیر محسوس انداز میں معاشرے کے دیگر افراد کی زندگیوں میں پھیل جاتے ہیں اور آئندہ نسل کے لیے ایک عمدہ اور شان دار مثال بن جاتا ہے۔ اور وہ دوسرے افراد کی زندگیوں میں تبدیلی کا سبب بھی بنتا ہے۔

بقول ڈاکٹر سموئیل جانسن:
"کامیابی انھیں کو ملتی ہے جو اس پر ایمان رکھتے ہیں"

چناں چہ انسان کو چاہیے کہ وہ بھرپور محنت کرے، پاکیزہ اور ایمان داری سے زندگی بسر کرے تو وہ لوگوں کے لیے مثال بن سکتا ہے۔ کیوں کہ لوگ باتوں سے نہیں عمل سے متاثر ہوتے ہیں۔ کسی شخص کے اچھے عمل سے متاثر ہو کر اگر کسی کی زندگی تبدیل ہو جاتی ہے تو یہ اس کے حق میں صدقہ جاریہ ہے۔ چناں چہ قوم کا ہر فرد محنت اور ایمان داری سے کام لے تو ملک تھوڑے ہی عرصے میں ترقی یافتہ بن جائے گا۔ کیوں کہ قوم افراد سے مل کر بنتی ہے۔ اگر قوم ترقی یافتہ ہے تو اس سے مراد یہ ہے کہ قوم کے افراد محنتی اور ایمان دار ہیں۔ قوم میں ہر طرح کے لوگ ہوتے ہیں۔ اس میں غریب، امیر، بچے، بوڑھے سبھی شامل ہوتے ہیں۔ قوم کے سبھی تم کے افراد جب کوشش کرتے ہیں تب ہی کوئی قوم ترقی یافتہ، معزز اور باوقار بنتی ہے۔

عبارت نمبر 10:

(لاہور بورڈ 2008 گوجرانوالہ 2012ء)

ہر روز کے تجربے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ شخصی چال چلن میں یہ قوت ہے کہ دوسرے کی زندگی اور برتاؤ اور چال چلن پر نہایت قوی اثر پیدا کرتا ہے اور حقیقت میں یہی ایک نہایت عمدہ عملی تعلیم ہے۔

یہ علم وہ علم ہے، جو انسان کو انسان بناتا ہے۔ اسی علم سے، عمل، چال چلن، تعلیم نفسی، نفس کشی، شخصی خوبی، قوی مضبوطی، قومی عزت حاصل ہوتی ہے۔ یہی علم وہ علم ہے کہ جو انسان کو اپنے فرائض ادا کرنے اور دوسروں کے حقوق محفوظ رکھنے اور زندگی کے کاروبار کرنے اور اپنی عاقبت کے سنوارنے کے لائق بنا دیتا ہے۔ اس تعلیم کو آدمی صرف کتابوں سے نہیں سیکھ سکتا اور نہ یہ تعلیم کسی درجے کی علمی تحصیل سے حاصل ہوتی ہے۔ مشاہدہ آدمی کی زندگی کو درست اور اس کے علم کو باعمل، یعنی اس کے برتاؤ میں کر دیتا ہے۔ علم کے بہ نسبت عمل اور سوانح عمری کی بہ نسبت عمدہ چال چلن آدمی کو زیادہ معزز اور قابلِ ادب بناتا ہے۔

سیاق وسباق:

زیرِ تشریح اقتباس سے پہلے مصنف بتاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ بھی ان کی مدد کرتا ہے، جو اپنی مدد آپ کرتے ہیں۔ جو لوگ اس پر عمل کرتے ہیں ترقی پاتے ہیں۔ اور جو قوم اس پر عمل نہ کرے تباہ ہو جاتی ہے۔ نیچر کا قاعدہ ہے کہ جیسی قوم، اس پر ویسا ہی حکمران ہوتا ہے۔ قوم شخصی حالتوں کا مجموعہ ہے۔ اگر ہم برائی کو جڑ سے اکھاڑنا چاہیں تو ہمیں اپنے چال چلن کو درست کرنا ہوگا۔ ہمیں ترقی کے لیے کسی خضر کے انتظار میں نہیں بیٹھنا چاہیے، بلکہ اپنی مدد آپ کے تحت کام کرنا چاہیے۔ یہ تجربات سے ثابت ہے کہ شخصی چال چلن کسی قوم پر نہایت گہرا اثر ڈالتا ہے اور یہ نہایت عمدہ عملی تعلیم ہے۔

زیرِ تشریح اقتباس سبق کا آخری اقتباس ہے لہٰذا اس کا سباق نہیں ہے۔

تشریح:

زیرِ تشریح عبارت میں مصنف لکھتے ہیں کہ روزانہ کے تجربات و مشاہدات سے یہ نتائج اور معلومات حاصل ہوتی ہیں کہ انسان کے شخصی چال چلن میں یہ قوت اور طاقت ہوتی ہے کہ دوسروں کی زندگیوں، برتاؤ اور چال چلن پر نہایت محکم و قوی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ شخصی چال چلن ایک عظیم اور برتر قوت ہوتی ہے۔ جو دوسروں کی زندگیوں میں انقلاب کا پیش خیمہ ثابت ہوتی ہے اور حقیقت میں یہی ایک عمدہ عملی تعلیم ہے۔ لوگ کسی شخص کی باتوں سے نہیں بلکہ عمل سے متاثر ہوتے ہیں۔ اچھے چال چلن کا مالک انسان دوسروں کے لیے نمونہ ہوتا ہے اور لوگ اس کے ذاتی کردار و سیرت اور چال چلن کو اپنے تجربے اور عمل میں لانے کی کوشش بھی

کرتے ہیں۔ بقول فلاسفر

"تجربہ ایک اچھا استاد ہے لیکن اس کی فیس بہت زیادہ ہے لہٰذا دوسروں کے تجربات سے فائدہ اٹھاؤ"

مصنف کہتے ہیں کہ شخصی چال چلن ہی دراصل ایسا علم ہے جو انسان کو انسان بناتا ہے اور اسے اشرف المخلوقات کے درجہ پر فائز کرتا ہے۔ اسی علم سے انسان ایسی صفات و خوبیوں کا مالک بن جاتا ہے جس کی وجہ سے اُس کی معاشرہ میں عزت اور قدردانی ہوتی ہے۔ جس سے اس میں اعتماد اور بھروسا پیدا ہوتا ہے۔ بقول فلاسفر

"وہ اعتماد جس سے پہاڑوں کو اپنی جگہ سے ہٹایا جاسکتا ہے انسان کا اپنی ذات پر بھروسا ہے"

شخصی چال چلن میں یہ طاقت ہوتی ہے کہ اس سے انسان میں مردم شناسی کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے۔ کیوں کہ جب انسان کو تعلیم نفسی کا شعور حاصل ہو جاتا ہے تو دوسروں کی نفسیات، ذات اور شخصیت کو بخوبی سمجھ سکتا ہے اور دوسری طرف اپنی خواہشات کے بے لگام گھوڑے کو قابو میں لانے کا سبق اور شعور بھی حاصل کرتا ہے۔ شخصی چال چلن کے دم قدم سے ہی انسان کی ذات میں خوبیاں پیدا ہوتی ہیں اور اسی کی وجہ سے قوم مضبوط ہوتی ہے اور اقوامِ عالم میں اس کو عزت، قدردانی اور اعلیٰ مقام حاصل ہوتا ہے۔ اسی علم سے انسان اپنے فرائض اور ذمہ داریوں کو بخوبی سمجھتا ہے اور ان کی ادائیگی میں بھرپور کوشش کرتا ہے۔ دوسروں کے حقوق کو بخوبی سمجھتے ہوئے احتیاط اور خیال رکھتا ہے۔ زندگی کے کاروبار کو اصول وضوابط اور آخرت کو سامنے رکھ کر کرتا ہے۔ تاکہ اس کا کاروبارِ زندگی اس کی آخرت کی زندگی کو کامیاب بنانے کا باعث ہو۔

مصنف مزید لکھتے ہیں کہ شخصی چال چلن کی تعلیم انسان کتابوں سے نہیں سیکھ سکتا اور نہ ہی کسی ادارے میں مختلف جماعتوں میں درجہ بہ درجہ ترقی کرتے ہوئے حاصل ہوتی ہے۔ اکبرالہ آبادی نے بجا کہا ہے کہ

کورس تو لفظ ہی سکھاتے ہیں　　　آدمی ، آدمی بناتے ہیں

مشاہدہ انسان کی زندگی کی درست سمت متعین کرتا ہے اور اس کے علم کو عمل میں لے آتا ہے۔ علم کی بجائے انسان کا عمل زیادہ اہمیت کا حامل ہوتا ہے اور لوگ کسی انسان کے علم کی بہ نسبت اس کے عمل سے متاثر ہوتے ہیں۔ دراصل علم، عمل کے بغیر بے کار ہو جاتا ہے۔ انسان کو دوسروں کی زندگی کے حالات و واقعات کا علم نہیں بلکہ انسان کا اپنا چال چلن اسے معزز، قابلِ تکریم اور قابلِ ادب بناتا ہے۔ الغرض کوئی قوم ہو یا فرد شخصی چال چلن کے بغیر اعلیٰ اور قابلِ قدر مقام حاصل نہیں کر سکتے۔